اجماع کی بابت تفاسیر کی امہات کتب اور غامدی صاحب کا مؤقف

کاوش محمد مدثر علی راؤ

قارئین کرام! اسلامی شریعت کے دلائل میں اور اس کے ماخذ کی حیثیت سے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بعد تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے۔ امت کے مجتہدین اگر کسی ایک مسئلہ پر اتفاق کر لیں تو اسے اجماع کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اسکی دلیل سورۃ النسآء کی آیت نمبر 115 ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَـهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا"۔ (النسآء: **115**)

ترجمہ: اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت کے واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور وہ مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، ہم اسے اسی طرف لے جائیں گے جس طرح وہ خود گیا ہے، اور ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

قارئین کرام! حضرات مفسرین، حضرات محدثین اور حضرات فقہاء امت نے اجماع امت کے حجت ہونے پر اسی آیت مبارکہ کو بنیاد بنایا ہے لیکن ۔۔۔۔۔۔ غامدی صاحب چونکہ اجماع امت کو ذہنی طور پر تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اس لیے وہ اپنی کتاب مقامات کے صفہ 157 پر اجماع کو بدعت اور ساتھ حوالہ نقل کرتے ہوئے اسے ایک بے بنیاد نظریہ قرار دیتے ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیں مقامات طبع سوم جولائی 2014 صفہ 157)

دین و دانش

شریعت کا ایک مصدر یہ اجماع بھی ہے۔

دین کے ماخذ میں یہ اضافہ یقیناً ایک بدعت ہے۔ قرآن و سنت کے نصوص میں اس کے لیے کوئی بنیاد تلاش نہیں کی جا سکتی۔ اس کے اثرات کا جائزہ لیجیے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس سے اسلامی شریعت کی ابدیت مجروح ہوئی اور دور جدید کی نسبت سے اس کا تعلق (relevance) ثابت کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ برصغیر کے جلیل القدر عالم اور داعی مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

"عام طور پر فقہا نے اجماع (consensus) کو شریعت کا ایک مستقل مصدر قرار دیا ہے، مگر یہ یقینی طور پر ایک بے بنیاد نظریہ ہے۔ شریعت کا مستقل مصدر صرف کوئی نص قطعی ہو سکتا ہے۔ نص قطعی کی غیر موجودگی میں کسی چیز کو شریعت کا مستقل مصدر قرار دینا یقینی طور پر ایک بے بنیاد بات ہے۔ اجماع کی بلاشبہ ایک اہمیت ہے، لیکن وہ اہمیت صرف یہ ہے کہ کسی خاص موقع پر اجماع کسی پیش آمدہ مسئلے کا ایک عملی حل ہوتا ہے۔ یہ حل یقینی طور پر ایک وقتی حل ہوتا ہے، نہ کہ شریعت کا ابدی مصدر۔" (الرسالہ ۷/۲۰۱۱ء)

فقہا جن دلائل سے اجماع کی حجیت ثابت کرتے ہیں، اُن کی حقیقت اگر کوئی شخص سمجھنا چاہے تو اُسے امام شوکانی کی "ارشاد الفحول" دیکھنی چاہیے۔ اُس پر واضح ہو جائے گا کہ یہ کس قدر بے معنی اور غیر متعلق ہیں۔ قرآن مجید کی ایک آیت اور ایک حدیث، البتہ ایسی ہے جس سے استدلال بعض لوگوں کے لیے باعث تردد ہو سکتا

مقامات ۱۵۷

مزید غامدی صاحب ان حضرات مفسرین کی اجماع امت کے حجت ہونے سے متعلق سورۃ النسآء کی آیت 115 کی دلیل کو اپنی کتاب مقامات کے صفحہ 158 پر اس کو بھی بے بنیاد قرار دیتے ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیں مقامات طبع سوم جولائی 2014 صفحہ 158)

ہے۔ اُس کی حقیقت ہم یہاں واضح کیے دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ، نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا. (النساء ۴: ۱۱۵)

''اور جو راہ ہدایت کے پوری طرح اپنے اوپر واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کریں گے اور اُن لوگوں کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کریں گے جو (تم پر) سچے دل سے ایمان لائے ہیں، انھیں ہم اسی راستے پر ڈال دیں گے جس پر وہ خود گئے ہیں اور دوزخ میں جھونکیں گے۔ وہ نہایت برا ٹھکانا ہے۔''

فقہا کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ ایمان والوں کا راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جائے تو آیت میں اُس پر جہنم کی وعید ہے۔ اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اُن کے راستے کی پیروی ہر شخص پر لازم ہے۔ لہٰذا مسلمان اگر کسی رائے یا نقطۂ نظر پر متفق ہو جائیں تو اُس سے اختلاف نہیں ہو سکتا۔ ہر صاحب ایمان پر واجب ہے کہ اُن کے اِس اجماع کی پیروی کرے۔

یہ استدلال کس قدر بے بنیاد ہے، اِس کو سمجھنے کے لیے آیت کو اُس کے سیاق میں
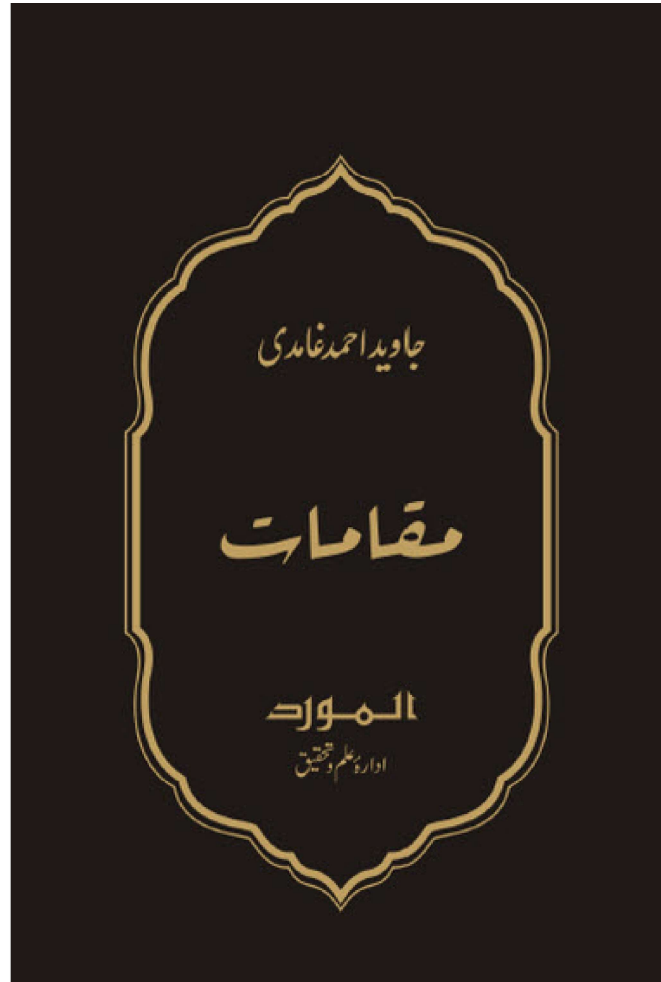
لیکن غامدی صاحب اپنی کتاب میزان کے صفحہ 56 اور 57 پر قرآن کے طالب علموں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔۔۔"چنانچہ قرآن کے طالب علموں کو چاہیے کہ وہ قرآن کو سمجھتے، سمجھاتے اور اس کی کسی آیت کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے وقت کم سے کم تفسیر کی امہات کتب پر ایک نظر ضرور ڈال لیں"۔ (پھر اس کے ایک سطر بعد)

مزید غامدی صاحب ان تفسیر کی امہات کتب کے نام بیان کرتے ہیں ہے جو کہ۔۔۔"ابن جریر کی تفسیر، رازی کی تفسیر، اور زمخشری کی تفسیر الکشاف ہے"۔ سلف کے اقوال سب ابن جریر میں جمع ہیں۔ علم کہ قیل وقال رازی کی تفسیر کبیر میں مل جاتی ہے۔ نحو و اعراب کے

مسائل "الکشاف" میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں۔ یہی تفسیریں ہیں جنھیں اس فن کی امہات کہا جا سکتا ہے"۔

(ملاحظہ فرمائیں میزان طبع پنجم دسمبر 2009 صفحہ 56 اور 57)

اصول و مبادی

دوسری یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی نسبت سے جو باتیں احادیث و آثار کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں، انھیں پوری اہمیت دی جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان میں رطب و یابس، ہر طرح کی چیزیں شامل ہو گئی ہیں اور روایت بالمعنی نے بھی باتوں کو کچھ سے کچھ بنا دیا ہے، لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ جہاں خزف ہیں، وہاں جواہر ریزوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ اس معاملے میں صحیح رویہ کیا ہونا چاہیے؟ استاذ امام نے اسے اپنے مقدمۂ تفسیر میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

"تفسیر کے ظنی ماخذوں میں سے سب سے اشرف اور سب سے زیادہ پاکیزہ چیز ذخیرۂ احادیث و آثار ہے۔ اگر ان کی صحت کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہوتا تو تفسیر میں ان کی وہی اہمیت ہوتی جو اہمیت سنت متواترہ کی بیان ہوئی۔ لیکن ان کی صحت پر اس طرح کا اطمینان چونکہ نہیں کیا جا سکتا، اس وجہ سے ان سے اسی حد تک فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جس حد تک یہ ان قطعی اصولوں سے موافق ہوں جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ جو لوگ احادیث و آثار کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ ان کو خود قرآن پر بھی حاکم بنا دیتے ہیں، وہ نہ تو قرآن کا درجہ پہچانتے ہیں نہ حدیث کا۔ برعکس اس کے جو لوگ احادیث و آثار کو سرے سے حجت ہی نہیں مانتے، وہ اپنے آپ کو اس روشنی ہی سے محروم کر لیتے ہیں جو قرآن کے بعد سب سے زیادہ قیمتی روشنی ہے۔ میں احادیث کو تمام تر قرآن ہی سے ماخوذ و مستنبط سمجھتا ہوں، اس وجہ سے میں نے صرف انھی احادیث تک استفادے کو محدود نہیں رکھا ہے جو قرآن کی کسی آیت کے تعلق کی صراحت کے ساتھ وارد ہوئی ہیں، بلکہ پورے ذخیرۂ احادیث سے اپنے امکان کی حد تک فائدہ اٹھایا ہے۔ خاص طور پر حکمت قرآن کے مسائل میں جو مدد مجھے احادیث سے ملی ہے، وہ کسی بھی دوسری چیز سے نہیں ملی۔ اگر کوئی حدیث مجھے ایسی ملی ہے جو قرآن سے متصادم نظر آئی ہے تو میں نے اس پر ایک عرصے تک توقف کیا ہے اور اسی صورت میں اس کو چھوڑا ہے جب مجھ پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہے کہ اس حدیث کو ماننے سے یا تو قرآن کی مخالفت لازم آتی ہے یا اس کی زد دین کے کسی اصول پر پڑتی ہے۔ جہاں تک صحیح احادیث کا تعلق ہے، اس کی نوبت بہت کم آئی ہے کہ ان کی موافقت قرآن سے ہو ہی نہ سکے، لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیش آئی ہے تو وہاں میں نے بہر حال قرآن مجید کو ترجیح دی ہے اور اپنے وجوہ ترجیح تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔" (تدبر قرآن ۱/۳۰)

تیسری یہ کہ علما و محققین نے قرآن کی شرح و تفسیر میں جو کچھ کہا اور جو کچھ لکھا ہے، اسے بھی ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔ علم و فن اپنے پیش رووں کی تحقیقات اور فکر و نظر سے استفادہ کر کے ہی آگے بڑھتے ہیں۔ انھیں نظر انداز کر کے کبھی ترقی کے منازل طے نہیں کر سکتے۔ صحیح علم تمرد اور سرکشی سے نہیں، بلکہ تواضع اور حق کی سچی محبت سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کے طالب علموں کو بھی چاہیے کہ وہ قرآن کو سمجھتے، سمجھاتے اور اس کی کسی آیت کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے وقت کم سے کم تفسیر کی امہات کتب پر ایک نظر ضرور ڈال لیں۔ مدرسۂ فراہی کے ائمۂ تفسیر نے جو کام اس زمانے میں قرآن پر کیا ہے، اس سے پہلے یہ حیثیت تین تفسیروں کو حاصل تھی: ابن جریر کی تفسیر، رازی کی تفسیر اور زمخشری کی "الکشاف"۔

میزان ۵۶

اصول و مبادی

سلف کے اقوال سب ابن جریر میں جمع ہیں۔ علم کلام کی قیل و قال رازی کی تفسیر کبیر میں مل جاتی ہے۔ نحو و اعراب کے مسائل "الکشاف" میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں۔ یہی تفسیریں ہیں جنھیں اس فن کی امہات کہا جا سکتا ہے۔ قرآن کے طلبہ کو بات تو وہی لینی چاہیے جسے قرآن کے الفاظ اور اس کا نظم قبول کرے، لیکن اپنے ان بزرگوں کے کام سے صرف نظر کسی حال میں بھی نہیں کرنا چاہیے۔

میزان ۵۷

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ غامدی صاحب نے خود اپنی کتاب میزان کے صفحہ 56 پر ابن جریر، امام رازی اور امام زمخشری کی تفاسیر کو امہات تفاسیر میں شمار کیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے ان تفاسیر کی امہات کتب میں اجماع کی اس دلیل جو سورۃ النسآء کی آیت 115 میں موجود ہے اسکے بارے میں مفسرین حضرات کیا فرماتے ہیں وہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

(ا): امام رازی رحمہ اللہ اسی آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر "مفاتیح الغیب" میں لکھتے ہیں کہ "امام شافعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید میں اجماع کے حجت ہونے پر کوئی دلیل ہے تو انہوں نے سورۃ النسآء کی آیت 115 کو بطور دلیل کے پیش کیا" (مزید امام رازی اس استدلال کو بیان فرماتے ہیں)

کہ مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ کی پیروی کو اس آیت مبارکہ میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ جسکا مطلب یہ نکلا کہ مسلمانوں کے راستہ کی پیروی کرنا واجب ہے اور یہی اجماع ہے"۔ (مفہوم)

(۲): اسی طرح امام زمخشری رحمہ اللہ اپنی تفسیر الکشاف میں اسی آیت کے تحت بیان فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔"یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ اجماع حجت ہے۔اس اجماع کی مخالفت جائز نہیں ہے جیسے قرآن وسنت کی مخالفت جائز نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت اور مسلمانوں کے راستہ سے علیحدہ کوئی اور راستہ اختیار کرنے کو ابتداء میں بطور شرط رکھا ہے اور اس کے نتیجہ میں وعید کے طور پر جہنم میں پھینکنے کا فرمایا۔اس وعید سے پتا چلا کہ دونوں کی پیروی واجب ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بھی اور مسلمانوں کے راستہ کی بھی"۔(مفہوم)

نوٹ: ہم نے آپ کے سامنے ان تفاسیر کی امہات کتب کے مفہوم پیش کیے ہیں جس کا خلاصہ یہی ہے کہ ان سب مفسرین حضرات کے نزدیک اجماع حجت ہے اور مسلمانوں کے راستہ سے الگ راستہ اختیار کرنے والا جہنم میں جائے گا اور مومنین کا راستہ ہی برحق ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری، تفسیر کشاف، اور تفسیر مفاتیح الغیب)

(نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 4، 5 اور 6)

تفسير الفخر الرازي
المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب
للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشتهر بخطيب الري نفع الله بالمسلمين
٥٤٤ — ٦٠٤ هـ
حقوق الطبع محفوظة للناشر
الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م
تمتاز هذه الطبعة بفهرس لآيات الأحكام
الجزء الحادي عشر
دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

قوله تعالى : « ومن يشاقق الرسول » الآية . سورة النساء ٤٣

وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾

الخيرين فبأن يدخل فاعل الخير فيهم كان ذلك أولى ، ويجوز أن يراد : ومن يأمر بذلك ، فعبر عن الأمر بالفعل لأن الأمر أيضاً فعل من الأفعال .

قوله تعالى ﴿ ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيراً ﴾

اعلم أن تعلق هذه الآية بما قبلها هو ما روى أن طعمة بن أبيرق لما رأى أن الله تعالى هتك ستره وبرأ اليهودي عن تهمة السرقة ارتد وذهب إلى مكة ونقب جدار إنسان لأجل السرقة فتهدم الجدار عليه ومات فنزلت هذه الآية . أما الشقاق والمشاقة فقد ذكرنا في سورة البقرة أنه عبارة عن كون كل واحد منهما في شق آخر من الأمر ، أو عن كون كل واحد منهما فاعلاً فعلاً يقتضي لحوق مشقة بصاحبه ، وقوله (من بعد ما تبين له الهدى) أي من بعد ما ظهر له بالدليل صحة دين الإسلام . قال الزجاج : لأن طعمة هذا كان قد تبين له بما أوحى الله تعالى من أمره وأظهر من سرقته ما دله ذلك على صحة نبوة محمد ﷺ ، فعادى الرسول وأظهر الشقاق وارتد عن دين الإسلام ، فكان ذلك إظهار الشقاق بعدما تبين له الهدى ، قوله (ويتبع غير سبيل المؤمنين) يعني غير دين الموحدين ، وذلك لأن طعمة ترك دين الإسلام واتبع دين عبادة الأوثان .

ثم قال ﴿ نوله ما تولى ﴾ أي نتركه وما اختار لنفسه ، ونكله إلى ما توكل عليه . قال بعضهم : هذا منسوخ بآية السيف لا سيما في حق المرتد .

ثم قال ﴿ ونصله جهنم ﴾ يعني نلزمه جهنم ، وأصله الصلاء وهو لزوم النار وقت الإستدفاء (وساءت مصيراً) انتصب (مصيراً) على التمييز كقولك : فلان طاب نفساً ، وتصبب عرقاً ، وفي الآية مسائل :

﴿ المسألة الأولى ﴾ روى أن الشافعي رضي الله عنه سئل عن آية في كتاب الله تعالى تدل على أن الإجماع حجة ، فقرأ القرآن ثلثمائة مرة حتى وجد هذه الآية ، وتقرير الإستدلال أن اتباع غير سبيل المؤمنين حرام ، فوجب أن يكون اتباع سبيل المؤمنين واجباً ، بيان المقدمة الأولى أنه تعالى ألحق الوعيد بمن يشاقق الرسول ويتبع غير سبيل المؤمنين ، ومشاقة الرسول

تفسير الكشاف

عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل

تأليف

أبي القاسم جار الله محمود بن عمر الزمخشري الخوارزمي

٤٦٧ - ٥٣٨هـ

اعتنى به وخرج أحاديثه وعلق عليه

خليل مأمون شيحا

دار المعرفة
بيروت - لبنان

المنافقين.

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾.

﴿لا خير في كثير من نجواهم﴾ من تناجي الناس. ﴿إلا من أمر بصدقة﴾ إلا نجوى من أمر، على أنه مجرور بدل من كثير، كما تقول لا خير في قيامهم إلا قيام زيد، ويجوز أن يكون منصوباً على الانقطاع بمعنى: ولكن من أمر بصدقة ففي نجواه الخير. وقيل: المعروف القرض، وقيل: إغاثة الملهوف، وقيل: هو عام في كل جميل، ويجوز أن يراد بالصدقة الواجب وبالمعروف ما يتصدق به على سبيل التطوّع. وعن النبي ﷺ: «كلام ابن آدم كله عليه لا له، إلا ما كان من أمر بمعروف أو نهي عن منكر، أو ذكر الله»[1]. وسمع سفيان رجلاً يقول: ما أشد هذا الحديث. فقال: ألم تسمع الله يقول: ﴿لا خير في كثير من نجواهم﴾ فهو هذا بعينه. أو ما سمعته يقول: ﴿والعصر * إنّ الإنسان لفي خسر﴾[2] فهو هذا بعينه. وشرط في استيجاب الأجر العظيم أن ينوي فاعل الخير عبادة الله والتقرّب به إليه وأن يبتغي به وجهه خالصاً لأنّ الأعمال بالنيات.

فإنْ قلت: كيف قال ﴿إلا من أمر﴾، ثم قال: ﴿ومن يفعل ذلك﴾؟ قلتُ: قد ذكر الأمر بالخير ليدل به على فاعله لأنه إذا دخل الآمر به في زمرة الخيرين كان الفاعل فيهم أدخل، ثم قال: ﴿ومن يفعل ذلك﴾ فذكر الفاعل وقرن به الوعد بالأجر العظيم، ويجوز أن يراد: ومن يأمر بذلك، فعبر عن الأمر بالفعل كما يعبر به عن سائر الأفعال. وقرئ: يؤتيه بالياء.

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾.

﴿ويتبع غير سبيل المؤمنين﴾ وهو السبيل الذي هم عليه من الدين الحنيفي القيم، وهو دليل على أنّ الإجماع حجة لا تجوز مخالفتها، كما لا تجوز مخالفة الكتاب والسنة؛ لأنّ الله عز وعلا جمع بين اتباع سبيل غير المؤمنين وبين مشاقة الرسول في الشرط، وجعل جزاءه الوعيد الشديد، فكان اتباعهم واجباً كموالاة الرسول عليه الصلاة والسلام. قوله: ﴿نوله ما تولى﴾ نجعله والياً لما تولى من الضلال بأن نخذله ونخلي بينه وبين ما اختاره. ﴿ونصله جهنم﴾ وقرئ: ونصله بفتح النون، من صلاة.

وقيل: هي في طعمة وارتداده وخروجه إلى مكة.

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾.

﴿إلا إناثاً﴾ هي اللات والعزى ومناة. وعن الحسن: لم يكن حي من أحياء العرب إلا ولهم صنم يعبدونه يسمونه أنثى بني فلان. وقيل: كانوا يقولون في أصنامهم هنّ بنات الله. وقيل: المراد الملائكة، لقولهم: الملائكة بنات الله. وقرئ: أنثاً جمع أنيث أو أناث، ووثنا وأثنا بالتخفيف والتثقيل جمع وثن، كقولك: أسد وأُسْد وأسد، وقلب الواو ألفاً نحو أجوه في وجوه. وقرأت عائشة رضي الله عنها: أوثاناً. ﴿وإن يدعون﴾ وإن يعبدون بعبادة الأصنام ﴿إلا شيطاناً﴾ لأنه هو الذي أغراهم على عبادتها فأطاعوه فجعلت طاعتهم له عبادة.

لَّعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾.

و﴿لعنه الله وقال لأتخذن﴾ صفتان، بمعنى شيطاناً مريداً جامعاً بين لعنة الله وهذا القول الشنيع ﴿نصيباً مفروضاً﴾ مقطوعاً واجباً فرضته لنفسي من قولهم: فرض له في العطاء وفرض الجند رزقه. قال الحسن: من كل ألف تسعمائة وتسعين إلى النار.

وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾.

﴿ولأمنينهم﴾[4] الأماني الباطلة من طول الأعمار.

(1) أخرجه الترمذي في كتاب: الزهد، باب: (62) منه الحديث (2412)، وأخرجه ابن ماجه في كتاب: الفتن، باب: كف اللسان في الفتنة الحديث (3974)، والحاكم في المستدرك 2/513.

(2) سورة العصر، الآيتان: 1 ـ 2.

(3) ذكره القرطبي في تفسيره (5/385).

(4) قال أحمد: هو تعريض بأهل السنة الذين يعتقدون أنّ الموحد ذا الكبائر غير التائب أمره يرجأ إلى الله تعالى، والعفو عنه موكول إلى مشيئته، إيماناً وتصديقاً بقوله في الآية المعتبرة في هذا أنّ الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء. والعجب أنّ هذه الآية تكررت في هذه السورة مرتين، على أنّ =

تفسير الطبري

من كتابه

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

هذّبه وحققه وضبط نصه وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف — عصام فارس الحرستاني

المجلد الثاني

البقرة إلى النساء

مؤسسة الرسالة

من ذلك عظيماً، ولاحدَّ لمبلغ ما سمى الله «عظيماً» يَعْلَمُهُ سواه.

القَوْلُ فِي تَأْوِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَى: وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾

يعني جَلَّ ثناؤهُ بقوله: «وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ»، ومَنْ يُباين الرسولَ محمداً ﷺ، مُعادياً له، فيفارقه على العداوة له. «مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ»، يعني: من بعد ما تَبَيَّنَ له أنه رسولُ الله، وأنَّ ما جاء به من عندِ الله يهدي إلى الحق وإلى طريق مستقيم. «وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ»، يقول: ويتبع طريقاً غيرَ طريقِ أهلِ التصديقِ، ويسلك منهاجاً غيرَ منهاجِهم، وذلك هو الكفرُ بالله، لأنَّ الكفرَ بالله ورسوله غير سبيل المؤمنينَ وغير منهاجهم. «نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ»، يقول: نجعل ناصره ما استنصره واستعان به من الأوثان والأصنام، وهي لا تغنيه ولا تدفع عنه من عذابِ الله شيئاً، ولا تنفعه.

«وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ»، يقول: ونجعلهُ صِلاءَ نارِ جهنَّمَ، يعني: نحرقهُ بها.

«وَسَاءَتْ مَصِيراً»، يقول وساءت جهنم. «مَصِيراً»، موضعاً يَصِيرُ إليه مَنْ صار إليه.

ونزلت هذه الآية في الخائنينَ الذين ذكرهم الله في قوله: «وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيماً»، لَمَّا أبى التوبةَ مَنْ أبى منهم، وهو طُعْمَةُ بنُ الأبيرق، ولَحِقَ بالمشركينَ من عَبَدَةِ الأوثان بمكة مرتداً، مُفارقاً لرسولِ الله ﷺ ودينه.

القَوْلُ فِي تَأْوِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ

قارئین کرام! اب ایک طرف غامدی صاحب اجماع امت کو بدعت اور بے بنیاد نظریہ قرار دیتے ہوئے اسکا انکار کررہے ہیں تو دوسری طرف غامدی صاحب کے ہی ممدوح مفسرین حضرات جنکی تفاسیر امہات کتب میں شامل ہیں جنکو پڑھنے کی غامدی صاحب طلباء کرام کو بھی نصیحت کررہے ہیں۔۔۔۔ان حضرات مفسرین کے نزدیک اجماع امت برحق ہے اور اسکی دلیل بھی قرآن مجید کی سورۃ النساء آیت 115 ہی ہے جبکہ غامدی صاحب اسی آیت کے استدلال کو بھی اپنی کتاب مقامات میں بے بنیاد قرار دے رہے ہیں۔اب فیصلہ آپ پر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆